# قیامِ امن اور قانون کی پابندی کے متعلق جماعت احمدیہ کا فرض

از

سیدنا حضرت میرزا بشیر الدین محمود احمد
خلیفۃ المسیح الثانی

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ نَحْمَدُہٗ وَ نُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ ۔ھُوَ النَّاصِرُ

# قیامِ امن اور قانون کی پابندی کے متعلق جماعت احمدیہ کا فرض

**ایک حادثہ** احباب کو اس واقعہ کا علم ہو گیا ہو گا جو تھوڑے ہی دن ہوئے ، قادیان میں ایک حادثہ کی صورت میں ظاہر ہوا۔ یعنی وہ حملہ جو ایک احمدی نوجوان میاں عزیز احمد نے میاں فخر الدین صاحب ملتانی پر کیا۔ جب اس حملہ کی ہمیں پہلے پہلے اطلاع ملی تو وہ ایسی شکل میں تھی جس سے اندازہ یہ کیا گیا کہ یہ ایک باہمی لڑائی تھی جس میں غالباً حملہ میاں فخر الدین صاحب کے ساتھیوں نے کیا تھا اور اس کی بناء بعض معتبر گواہوں کی گواہی تھی جنہوں نے بیان کیا تھا کہ انہوں نے پہلے دو شخصوں کو میاں عزیز احمد پر حملہ کرتے ہوئے دیکھا جس کے بعد انہوں نے اُٹھ کر ان میں سے ایک پر حملہ کیا۔ لیکن پیر (سوموار) کو یعنی حملہ کے تیسرے دن جبکہ مختلف بیانات اکٹھے ہو گئے اور مرزا عبدالحق صاحب وکیلِ ملزم نے مجھے وہ بیان آ کر سنائے تو مجھے یہ شُبہ پیدا ہوا کہ غالباً معاملہ کو صحیح طور پر نہیں سمجھا گیا اور مختلف شہادتوں کو مدّنظر رکھتے ہوئے میں نے یہ نتیجہ نکالا کہ غالباً لڑائی دو جگہ پر ہوئی ہے۔ یعنی پہلے بازار کے اُس حصہ میں جہاں نسبتاً ہندو، سِکھ اور غیر احمدی دکاندار زیادہ ہیں اور پھر چند گز ہَٹ کر اس جگہ پر جہاں احمدی دکاندار زیادہ ہیں اور غالباً وہ گواہ جن کی گواہی سے پہلے نتیجہ نکالا گیا تھا، اِس وقوعہ کے گواہ تھے جو ان کی دکانوں کے سامنے پہلے حملہ کے بعد ہوا تھا۔

پس چونکہ ایک طرف سِکھ اور ہندو گواہوں میں سے بعض ایسے تھے جن کی گواہی کو کُلّی طور پر ردّ نہیں کیا جا سکتا تھا اور دوسری طرف احمدی گواہوں نے اس حملہ کو نہیں دیکھا تھا جو میاں فخر الدین صاحب پر ہوا تھا حالانکہ اس حملہ کا ہونا قطعی تھا اس لئے لازماً یہ نتیجہ نکالنا پڑا کہ

پہلا حملہ میاں فخر الدین صاحب پر تھا اور اس کے بعد دوسرا تتمہ وہ لڑائی تھی جو چند گز ہٹ کر ہوئی۔ حقیقتِ حال کا پورا پتہ تو عدالتی تحقیق سے معلوم ہوگا۔

## ملزم کے وکیل کو ہدایت

مگر مختلف بیانات کو سنکر یہ نتیجہ تھا جو میں نے اس وقت نکالا جس کی بناء پر میں نے مرزا عبدالحق صاحب سے کہا کہ آپ ملزم کے وکیل ہیں آپ اسے نصیحت کریں کہ اگر اس سے کوئی گناہ ہوا ہے تو اس کا اصل فائدہ اس میں ہے کہ وہ اپنے جُرم کا اقبال کر کے خدا تعالیٰ کے غضب کو اپنے پر سے دُور کرنے کی کوشش کرے اور اپنے جسم کی حفاظت کی نسبت اپنے ایمان کی حفاظت کو مقدّم رکھے۔ مرزا صاحب میرے پاس سے اُٹھ کر گئے ہی تھے کہ چند منٹ کے بعد ناظر صاحب امور عامہ آئے اور انہوں نے بیان کیا کہ میں نے میاں بشیر احمد صاحب سے گفتگو کی ہے اور ان کا یہ خیال ہے کہ اِس وقت تک جس نتیجہ پر ہمارے دوست پہنچے ہیں وہ غلط ہے کیونکہ بعد میں بعض گواہیاں ایسی ملی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ پہلا حملہ میاں عزیز احمد صاحب نے کیا ہے اور ناظر صاحب نے بیان کیا کہ میری اپنی تحقیق بھی اِسی کی تصدیق کرتی ہے۔ اس پر میں نے انہیں بتایا کہ ابھی مَیں بھی اسی نتیجہ پر پہنچ چکا ہوں اور مرزا صاحب کو بحیثیت ملزم کے وکیل کے یہ مشورہ دے چکا ہوں کہ قانونی مشورہ کے علاوہ انہیں اپنے موَکّل کو مذہبی مشورہ بھی دینا چاہئے اور وہ اس کام کے لئے جا رہے ہیں اور مَیں نے نصیحت کی کہ وہ بھی محکمانہ طور پر میاں عزیز احمد کے رشتہ داروں کی معرفت ان کو یہی نصیحت کریں کیونکہ ایک مذہبی ادارہ کے ذمہ وار کارکن کی حیثیت سے یہی ان کا فرض ہے۔ چنانچہ انہوں نے مجھے کہا کہ عزیز احمد صاحب کے بھائی آئے ہوئے ہیں، وہ انہیں سمجھا کر ان کے پاس بھجوائیں گے کہ انہیں سچائی کو اختیار کرنا چاہئے اور کوئی ایسی بات نہیں کرنی چاہئے جو خلافِ واقعہ ہو۔

## عزیز احمد صاحب کا عدالت میں بیان

اِس کے بعد مجھے اطلاع ملی ہے کہ عزیز احمد صاحب نے عدالت میں بیان دیا ہے کہ میں نے میاں فخر الدین صاحب کے پوسٹر کی وجہ سے اشتعال میں آ کر اُن پر حملہ کیا تھا لیکن میری غرض انہیں قتل کرنا نہ تھی بلکہ صرف تخویف تھی تا کہ وہ ڈر کر آئندہ اس قسم کی غلاظت اُچھالنے سے باز آ جائیں۔ چونکہ یہ معاملہ اب عدالت میں ہے میں اِس بارہ میں زیادہ نہیں کہہ سکتا مگر غالباً قانون مجھے اِس امر کی اجازت دیتا ہے کہ جو بیان ملزم نے دیا ہے،

اسے صحیح تسلیم کرتے ہوئے اس پر اپنے خیالات کا اظہار کروں۔

## قانون کی پابندی کا حُکم

جیسا کہ میں بار بار پہلے کہہ چکا ہوں اسلام ہمیں قانون کی پابندی کا حکم دیتا ہے اور ہمیں کسی امر کی صداقت کا خواہ کس قدر بھی یقین ہو وہ ہمیں اجازت نہیں دیتا کہ اپنے یقین کی وجہ سے کسی کو خود ہی سزا دے دیں اور اگر ہم ایسا کریں تو اسلام ہمیں مُجرم ٹھہراتا ہے اور قابلِ سزا گردانتا ہے۔ اس امر میں اسلام نے اس قدر سختی سے کام لیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھوں سزا دینے والے کو ویسا ہی مُجرم قرار دیا ہے جیسا کہ بلا وجہ حملہ کرنے والے کو۔ چنانچہ ایک حدیث میں آتا ہے کہ ایک شخص نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ یَا رَسُوْلَ اللّٰہ! اگر کوئی شادی شُدہ زنا کرے تو اُس کی سزا رجم ہے۔ آپ نے فرمایا ہاں۔ اُس نے کہا یَا رَسُوْلَ اللّٰہ! اس صورت میں اگر کوئی شخص کسی دوسرے شخص کو اپنی بیوی سے بدکاری کرتے ہوئے دیکھے اور اُسے قتل کر دے تو اس پر کوئی گناہ تو نہ ہوگا۔ آپ نے فرمایا سزا دینا اُس کا کام نہیں یہ عدالت کا کام ہے، اگر وہ ایسے اشتعال کے باوجود سزا دے گا تو بھی اسے قاتل سمجھا جائے گا اور وہ خود شریعت کا مجرم بن جائے گا۔[1] رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس صریح فتویٰ کے بعد قیاس اور اجتہاد کی کوئی صورت ہمارے لئے باقی نہیں رہتی اور اگر ہم سچے مُسلم ہیں تو ہمیں یقیناً آپؐ کے ادنیٰ سے ادنیٰ ارشاد کے پورا کرنے کی کوشش کرنی چاہئے اور میرے نزدیک میاں عزیز احمد کے دوستوں کی سچی خیر خواہی اور دوستی یہی ہوگی کہ وہ ان کو بتائیں کہ انہوں نے غلطی کی ہے اور اسلام کی تعلیم کے خلاف کیا ہے اور خواہ کس قدر اشتعال کے ماتحت ہی ان کا فعل کیوں نہ ہو، وہ اسلامی تعلیم کے خلاف ہے اور ان کو چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کے سامنے توبہ اور استغفار کریں اور پھر توبہ اور استغفار کریں اور پھر توبہ اور استغفار کریں اور توبہ اور استغفار کرتے ہی جائیں یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ ان کے قصور کو معاف کر دے اور اُس کی بخشش ان کو ڈھانپ لے کیونکہ گناہ گناہ ہی ہے خواہ اسلام کی تائید کے نام پر کیا جائے یا اپنے نفس کی خواہشات کے ماتحت کیا جائے۔

## اسلام جھوٹ ظلم اور بے انصافی کا محتاج نہیں ہے

ہمارا عقیدہ ہے کہ یہ سلسلہ ایک سچا سلسلہ ہے اور خدا تعالیٰ کا قائم کردہ ہے اور خدا تعالیٰ کے قائم کردہ سلسلے ہمیشہ سچائی اور انصاف اور رحم قائم

کرنے کیلئے آتے ہیں۔ اور سچائی اور انصاف اور رحم، جھوٹ اور بے انصافی اور ظلم سے کبھی قائم نہیں ہو سکتے۔ اگر ایک صداقت اپنے قائم ہونے کیلئے جھوٹ کی محتاج ہے تو اس کا قائم نہ ہونا قائم ہونے سے بہتر ہے کیونکہ اگر وہ اپنے قیام کیلئے جھوٹ کی محتاج ہے تو اس کے یہ معنے ہیں کہ اس سے پہلے تو جھوٹ ایک گناہ کی شکل میں دنیا میں رائج تھا مگر اس سچائی کے قیام کیلئے وہ ایک نیکی کی شکل میں قائم ہوا اور اس کا انکار کون کر سکتا ہے کہ وہ جھوٹ جو گناہ کی صورت میں رائج ہو مٹایا جا سکتا ہے مگر وہ جھوٹ جو نیکی کی شکل میں رائج ہو مٹایا نہیں جا سکتا کیونکہ اس کے مرتکب اسے خدا کی رضا کا موجب سمجھ کر اختیار کرتے ہیں اور یہ ظاہر ہے کہ جو چیز خدا تعالیٰ کی رضا کا موجب سمجھی جائے، اُسے چھوڑنے کیلئے کوئی تیار نہ ہوگا۔

پس میں اپنے دوستوں کو ہوشیار کرتا ہوں کہ اگر ان میں سے کسی کے دل میں یہ خیال ہو کہ اسلام جھوٹ اور ظلم اور بے انصافی کی مدد کا محتاج ہے تو وہ اِس خیال کو جس قدر جلد ہو سکے دل سے نکال دے کیونکہ ایسا خیال رکھنا دوسرے الفاظ میں اِس امر کا اقرار کرنا ہے کہ اسلام سچا مذہب نہیں اور خدا کی مدد سے فتح نہیں پا سکتا بلکہ شیطان کی مدد سے فتح پاتا ہے کیونکہ جھوٹ اور بے انصافی اور ظلم شیطانی ہتھیار ہیں، خدا تعالیٰ کے ہتھیار نہیں ہیں اور شیطانی ہتھیار کی مدد سے فتح پانے والی شَے یقیناً شیطانی ہی ہوگی۔

## آنکھوں کے آنسوؤں سے گناہ کی آگ کو بُجھائیں

پس یہ اسلام پر ظلم اور خدا تعالیٰ پر بدظنی ہے کہ اسلام کو اپنی تائید کیلئے غیر اسلامی ہتھیاروں کی ضرورت ہے۔ پس چاہئے کہ جو دوست اِس غلطی میں مبتلا ہوں، وہ جلد سے جلد توبہ کریں اور اپنے لئے بھی اور اپنے جیسے دوسرے غلطی خوردہ لوگوں کے لئے بھی استغفار کریں اور اپنی آنکھوں کے آنسوؤں سے گناہ کی آگ کو بُجھائیں کہ اس آگ کو یہی پانی بُجھا سکتا ہے۔

## قانون کو ہاتھ میں لینے والے سے کیا سلوک کیا جائیگا

میں نے اس خیال سے کہ شاید اسی قسم کی غلطی میں بعض افرادِ جماعت مبتلا نہ ہوں، اعلان کیا ہے کہ جو شخص قانون کو اپنے ہاتھ میں لے گا اور کسی ذاتی یا جماعتی مخالف پر ہاتھ اُٹھائے گا، اُسے میں آئندہ فوراً جماعت سے خارج کر دوں گا اور مَیں اس اعلان کو پھر اس جگہ دُہرا دیتا ہوں۔ دوستوں کو یاد رکھنا چاہئے کہ مُجرم کو سزا دینا

حکومت کا کام ہے پس جن جرائم کی سزا حکومتِ ہند نے اپنے ہاتھ میں رکھی ہے، اُس کی سزا وہی دے سکتی ہے ہم میں سے کوئی نہیں دے سکتا مگر جن امور کو باہمی سمجھوتے سے طے کرنے کا حکومت نے راستہ کُھلا چھوڑا ہے، ان کے متعلق یا تو ثالث مقدمہ سن کر فیصلہ کر سکتے ہیں یا پھر ہمارے سلسلہ میں سلسلہ کے مقرر کردہ افراد فیصلہ کر سکتے ہیں، افراد کو ان معاملات میں بھی یکطرفہ فیصلہ کرنے کا اختیار نہیں ہے۔ یہ اُمور جن میں باہمی سمجھوتوں کا دروازہ حکومت نے کُھلا رکھا ہے چھوٹی قسم کے ہوتے ہیں اور ان کی سزائیں ایسی نہیں ہوتیں جو کوئی دیرپا اثر چھوڑیں اور ان میں سزا پانے والے کی رضامندی ضروری ہوتی ہے جیسے سکول ماسٹروں کو سزا دینے کا اختیار ہے۔ ہمارے سلسلہ میں چونکہ ہر احمدی سلسلہ کے قانون کی پابندی کا اقرار کرتا ہے اس لئے ایسے اُمور کو اُس کی مستقل رضامندی کے ماتحت ہمارا محکمہ قضاء طے کرتا ہے لیکن اگر کوئی جماعت سے خارج ہو جائے یا عملاً ہمارے قاضیوں سے فیصلہ کرانے سے انکار کر دے تو پھر سلسلہ کو بھی کوئی اختیار باقی نہیں رہتا۔ غرض یہ اختیار ایک طرف قانون کی اجازت اور ایک طرف مدعا علیہ کی اجازت سے مقیّد ہے اور اگر ان دو شرطوں میں سے کوئی ایک شرط پوری نہ ہو تو یہ اختیار باطل ہو جاتا ہے۔ پس جب کہ سلسلہ کے اختیارات بھی کسی کو اس کے جُرم کی سزا دینے میں قانون کی اجازت اور ملزم کی رضامندی کے تابع ہیں، آزاد نہیں تو افراد کو کس طرح اجازت ہو سکتی ہے کہ آپ ہی آپ فیصلہ کر کے کسی شخص کو سزا دے دیں اور سزا بھی ایسی کہ عدالتی فیصلہ کے بعد بھی اس کے اجراء کا حق افراد کو نہیں پہنچتا۔

## جماعت کیلئے ابتلاء

دوستوں کو یہ امر بھی نظر انداز نہیں کرنا چاہئے کہ ایسے افعال خود جماعت کیلئے ابتلاء بن جاتے ہیں اور تمام جماعت کیلئے ایک شدید ذہنی تکلیف کا موجب ہو جاتے ہیں مثلاً یہ واقعہ ہے۔ ایک طرف تو جماعت دیکھتی ہے کہ ایک ناجائز اور خلافِ شریعت فعل ہوا ہے جس کی مذمت ہمارا فرض ہے۔ دوسری طرف وہ یہ دیکھتی ہے کہ ایک نوجوان نے اشتعال میں محض محبتِ سلسلہ کے جذبہ سے متأثر ہو کر، نہ کہ کسی ذاتی جوش کی وجہ سے ایک فعل کیا ہے، اور اس شخص پر بھی انہیں رحم آتا ہے اور اس کے دکھ سے وہ دکھ پاتے ہیں، اب یہ مخالف جذبات جو ایک وقت میں پیدا ہوتے ہیں ایک سخت عذاب ہیں جس میں ساری جماعت مبتلاء ہو جاتی ہے۔ وہ نوجوان جس سے یہ فعل ہوا ہے، اپنی جگہ تکلیف میں ہے اور جماعت کے افراد اِن متضاد جذبات کی وجہ سے اپنی جگہ تکلیف میں ہیں اور

ایسی تکلیف کی حالتیں ہمیشہ خلافِ شریعت افعال سے پیدا ہوتی ہیں، شریعت کی اتباع میں ایسی حالت پیدا نہیں ہوتی۔

## میاں عزیز احمد اور دوستوں کو نصیحت

خلاصہ یہ کہ میاں عزیز احمد صاحب کا یہ فعل اسلامی شریعت اور سلسلہ کی روایات کے خلاف تھا۔ پس ایک طرف تو میں انہیں نصیحت کرتا ہوں کہ وہ توبہ کریں اور استغفار کریں اور دوسری طرف مَیں دوسرے دوستوں کو کہتا ہوں کہ آئندہ کوئی ایسا واقعہ نہیں ہونا چاہئے اور اگر کسی سے ایسی حرکت سرزد ہوئی تو مَیں اُسے فوراً جماعت سے خارج کر دوں گا۔ اللہ تعالیٰ ہماری جماعت کو اس امر کی توفیق دے کہ وہ سلسلہ کی خدمت حق اور صداقت سے کر سکیں۔

## انتہائی اشتعال دلانے والے کی ذمہ واری

میں اس جگہ اس شُبہ کا بھی ازالہ کر دینا چاہتا ہوں جو بعض لوگ کہا کرتے ہیں کہ ''لاتوں کے بُھوت باتوں سے نہیں مانا کرتے''۔ میں اسے تسلیم کرتا ہوں کہ بعض گندی فطرت کے لوگ نصیحت اور وعظ سے فائدہ نہیں اُٹھاتے اور جتنی ان سے نرمی کی جائے اتنی ہی ان کی شرارت بڑھتی جاتی ہے۔ یہ لوگ اپنی فطرت کا خون کر چکے ہوتے ہیں اور شرافت کو دفنا چکے ہوتے ہیں اور میں اسے بھی تسلیم کرتا ہوں کہ جب انسانیت اور شرافت کی اپیلیں بالکل بے اثر ہو جاتی ہیں اور دشمنوں کی گالیاں اور اتہام حد سے بڑھتے جاتے ہیں اور ان کے حملے ناقابلِ برداشت ہوتے جاتے ہیں تو بعض طبائع کے لئے اپنے نفس پر قابو پانا مشکل ہو جاتا ہے اور ان کے دماغ پر ایک عارضی جنون کا حملہ ہو جاتا ہے اور تمام جائز ذرائع کو بے اثر پا کر وہ اپنی بے خودی میں ناجائز ذرائع کے استعمال پر آمادہ ہو جاتے ہیں۔ اس حالت کو قانون نے بھی نظر انداز کیا اور بیسیوں ہائی کورٹ کے فیصلے ایسے ہیں جن میں انہوں نے اس قسم کی اشتعال کی صورت میں اشتعال دلانے والے کو برابر کا مُجرم قرار دے کر سزا میں بہت حد تک تخفیف کر دی ہے۔ چنانچہ ۱۹۳۰ء میں جو ایک ناگوار واقعہ محمد علی خان صاحب مرحوم کے ہاتھوں ظاہر ہوا تھا، اُس وقت بھی گو اُن کی سزا میں ہائی کورٹ نے تخفیف نہیں کی تھی لیکن اس امر کا اظہار زوردار لفظوں میں کیا تھا کہ اس حملہ کی ذمہ داری بہت حد تک جماعت کے امام اور اس کے خاندان کو گالیاں دینے والے مستریوں پر ہے اور ہائی کورٹ کے

الفاظ قریباً یہ تھے کہ ایک نہایت ہی اہم ذمہ داری اس واقعہ کے متعلق مباہلہ کے اخبار سے تعلق رکھنے والوں پر عائد ہوتی ہے۔

غرض اس میں کوئی شک نہیں کہ بعض لوگ شریفانہ دلائل اور درخواستوں اور التجاؤں کو بالکل ٹھکرا دیتے ہیں اور اشتعال انگیزی میں حد سے گزر جاتے ہیں اور بعض طبائع کیلئے اس حالت کا زیادہ دیر تک برداشت کرنا ناممکن ہو جاتا ہے اور سرکاری عدالتوں نے بھی اس صورتِ حالات کو تسلیم کیا ہے اور بعض دفعہ سزاؤں میں بھی اس کا لحاظ رکھا ہے لیکن یہ امر نظرانداز نہیں کیا جا سکتا کہ اس اشتعال کی صورت میں حملہ کرنے والے کو کسی نے غیر مُجرم قرار نہیں دیا، نہ شریعت نے نہ قانون نے۔ اور عدالتوں نے گو سزا میں بعض دفعہ تخفیف کر دی ہے مگر کبھی ایسے شخص کو معاف نہیں کیا۔

## سخت اشتعال میں کوئی فعل کرنے والے کو معذور نہیں قرار دیا گیا

پس قانون اور شریعت نے اس حالت کو گو نیم مجبوری تسلیم کیا ہے، معذوری قرار نہیں دیا اور جب تک ایک عمل کو معذوری قرار نہ دیا جائے اُس وقت تک اس کے گناہ ہونے میں کوئی شُبہ نہیں ہوتا اور جب تک ایک عمل گناہ ہے ہمارا فرض ہے کہ ہم اس سے بچیں۔ ورنہ ہماری مثال وہی ہوگی کہ:

نہ خدا ہی ملا نہ وصالِ صنم
نہ اِدھر کے رہے نہ اُدھر کے رہے

ایک طرف ہم دشمنوں سے گالیاں بھی سنیں گے اور دوسری طرف خدا تعالیٰ کی ناراضگی کا دروازہ کھولیں گے۔

## برداشت نہ ہو سکے تو کیا کریں

بعض لوگ یہ سوال کرتے ہیں کہ اگر ایسے موقع پر برداشت نہ ہو سکے تو ہم کیا کریں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ایسی صورت میں چاہیئے کہ وہ اس جگہ کو چھوڑ دیں جس جگہ ان کیلئے اشتعال میں قانون شکنی کا امکان ہو۔ مثلاً ان ایام میں کہ قادیان ہماری مقدس بستی، ہماری امیدوں کے مرکز، ہمارے شعائر اللہ کے مقام کو بعض لوگوں نے فساد کی جگہ بنا رکھا ہے، اگر کسی شخص کو آج کل کے حالات کو دیکھ کر معلوم ہو کہ وہ اپنے نفس کو قابو میں نہیں رکھ سکے گا تو اُسے چاہیئے کہ وہ کچھ دنوں کیلئے قادیان کو چھوڑ کر باہر چلا جائے تا کہ نہ وہ لوگ اِسے نظر آئیں جن کو

دیکھنا اس کے اندر اشتعال پیدا کرتا ہے اور نہ وہ کسی خلافِ قانون حرکت کا ارتکاب کرے اور اُس وقت واپس آئے جب وہ محسوس کرے کہ اس کے اُبھرے ہوئے جذبات دب گئے ہیں اور اس کا غصہ ٹھنڈا ہو گیا ہے، اگر اشتعال میں آنے والے دوست اِس پر عمل کریں تو یقیناً وہ ابتلاء سے محفوظ ہو جائیں گے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اگر کسی شخص کو غصہ آئے تو وہ ٹھنڈا پانی پی لے، اگر وہ چل رہا ہو تو کھڑا ہو جائے اور اگر کھڑا ہو تو بیٹھ جائے اور اگر بیٹھا ہو تو لیٹ جائے[۲] اس میں اسی طرف اشارہ ہے کہ غصہ کی حالت کو اگر بدل دیا جائے تو غصہ بھی بدل جاتا ہے اور پھر مومن کو یہ بھی سوچنا چاہئے کہ مومن کا کوئی کام حکمت سے خالی نہیں ہوتا۔ اگر مومن قانون کو ہاتھ میں لیں تو کیا ان کے ایسا کرنے سے فساد دُور ہو جائے گا۔ اِس کا نتیجہ تو صرف یہ نکلے گا کہ ایک مخالف کی جان کو ضائع کرنے میں مومن کی قیمتی جان بھی ضائع جائے گی۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ خدا تعالیٰ پر سب سے گراں کام مومن کی جان نکالنا ہوتا ہے۔[۳]

پس جس جان کی قیمت اِس قدر زیادہ ہو اُسے ایک مخالف کی جان لینے کی خاطر کیوں ضائع کیا جائے سوائے اس کے کہ با قاعدہ جہاد میں ایسا کرنا پڑے۔ غرض کسی نقطۂ نگاہ سے بھی دیکھو ایسے اعمال ناپسندیدہ ہیں اور اس بارہ میں سب شُبہات غلط فہمی یا قلّتِ تدبّر کا نتیجہ ہیں۔

پس دوستوں کو اپنے لئے بھی اور عزیز احمد کیلئے بھی استغفار کرنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کے گناہوں کو معاف کرے اور خلافِ شریعت اعمال سے محفوظ رکھے۔

## قرآن ہمارے لئے کامل ہدایت نامہ ہے

ہمارے دوستوں کو یاد رکھنا چاہئے کہ سلسلہ احمدیہ کے قیام کی اصل غرض قرآنی حکومت کا قیام ہے۔ اگر ہم اس غرض کو خود اپنے اعمال سے باطل کریں تو ہم سے زیادہ شقّی کوئی نہیں ہوسکتا جو سپاہی اپنی ہی فوج پر حملہ کرے اس سے کیا فائدہ اور جو سرنگ اپنے ہی قلعہ کو اُڑائے اس سے زیادہ خطرناک اور کیا شئے ہوسکتی ہے۔ ہمیں ایک فیصلہ کر لینا چاہئے کہ آیا قرآن ہر حالت کے لئے اور ہر زمانہ کیلئے ہدایت نامہ ہے یا نہیں۔ اگر ایسا ہے تو پھر ہمیں اپنے سب اعمال اس کے تابع کر دینے چاہئیں اور اگر نہیں تو پھر ہمیں جائز نہیں کہ ہم دنیا کو دھوکا دیں اور کہتے پھریں کہ قرآن کامل کتاب ہے، قرآن کامل کتاب ہے۔ اگر وہ کامل کتاب ہے تو ہمیں اپنے عمل سے اس کی تصدیق کرنی چاہئے اور اس کی اطاعت کا

جو اخوشی سے اپنی گردن پر اُٹھانا چاہئے۔

## اصولی ہدایت

قرآن کریم ہمیں اپنی زندگی کو صحیح طور پر صَرف کرنے کیلئے ایک اصولی ہدایت دیتا ہے جو یہ ہے۔ لَیْسَ الْبِرُّ بِاَنْ تَاْتُوا الْبُیُوْتَ مِنْ ظُھُوْرِھَا وَلٰکِنَّ الْبِرَّ مَنِ اتَّقٰی وَاْتُوا الْبُیُوْتَ مِنْ اَبْوَابِھَا وَاتَّقُوا اللّٰہَ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝ وَ قَاتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ الَّذِیْنَ یُقَاتِلُوْنَکُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ الْمُعْتَدِیْنَ [۴] ان آیات سے مندرجہ ذیل سات امور کا استنباط ہوتا ہے۔

## غیر شرعی طریق سے جائز کام بھی ناجائز ہو جاتا ہے

پہلی بات اس آیت سے یہ مستنبط ہوتی ہے کہ غیر شرعی طریق سے جائز کام بھی ناجائز ہو جاتا ہے کیونکہ فرماتا ہے کہ اپنے گھروں میں جن میں داخل ہونے کا تم کو ہر وقت اور پورا اختیار ہے ان میں بھی اگر تم دیواریں پھاند پھاند کر داخل ہو تو یہ امر خدا تعالیٰ کے نزدیک نیکی نہیں سمجھا جائے گا۔ اس مثال سے یہ بتایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر ایک کام کے لئے ایک راستہ بتایا ہے اگر تو انسان اس راستہ سے اس کام کو کرتا ہے تو اس کا کام نیکی قرار دیا جائے گا لیکن اگر کام نیک ہو مگر اس کے کرنے کا طریق غلط ہو تو پھر وہ عمل نیک نہیں رہے گا۔ مثلاً نماز ایک نیکی ہے لیکن اگر کوئی شخص بغیر وضو کے نماز پڑھے یا پہلے نماز پڑھ لے اور بعد میں وضو کرے یا بے وقت نماز پڑھے تو باوجود اس کے کہ وہ نماز پڑھے گا جو ایک عبادت ہے، وہ اللہ تعالیٰ کو خوش نہیں کر سکے گا بلکہ ایک بدی کا مرتکب ہوگا۔ بعینہٖ اسی طرح اظہارِ غضب ہے۔ اللہ تعالیٰ نے غیرت کو ایک نیکی قرار دیا ہے، اللہ تعالیٰ خود بھی نہایت غیرت مند ہے اور وہ بُری باتوں پر اظہارِ غضب بھی کرتا ہے لیکن غیرت کے جائز موقع پر بھی اگر کوئی شخص غیرت کا اظہار غلط طریق پر کرے اور شریعت جس موقع پر غضب کی اجازت دیتی ہے غضب تو اسی موقع پر ظاہر کرے لیکن اس کا طریق بدل دے تو یہ گناہ ہو جائے گا۔ مثلاً شریعت اظہارِ غیرت یا اظہارِ غضب کا یہ طریق بتائے کہ اس جگہ سے مومن اُٹھ جائے مگر مومن بجائے وہاں سے اُٹھ کر چلے جانے کے لڑنے لگے تو شریعت اس مومن کو بھی گناہ گار قرار دیگی۔

## نیک کام کو نیک راہ سے بجالانا چاہئے

دوسری بات جو اس آیت سے مستنبط ہوتی ہے یہ ہے کہ نیکی تقویٰ کا نام ہے یعنی نیک کام کو نیک راہ سے بجالانا۔

پس مومن کا فرض ہے کہ ہر گھر میں اُس کے دروازہ سے داخل ہو۔ یعنی ہر نیک کام کیلئے خدا تعالیٰ نے جو طریق تجویز کیا ہے اُس طریق سے اس کام کو کرے اور جو شخص اس طریق سے کام نہ کرے وہ نیک نہیں کہلا سکتا۔ اب ہم دیکھتے ہیں کہ جو لوگ اشتعال دلانے والے ہیں اور مذہب کے بارہ میں ہنسی اور مذاق کرتے ہیں ان کے ساتھ معاملہ کرنے کے بارہ میں اللہ تعالیٰ نے ہمیں کیا ہدایت دی ہے۔ وہ ہدایت اظہارِ غضب کی عمارت اور اظہار غیرت کی عمارت کیلئے دروازہ سمجھی جائے گی اور اس کے سوا کسی اور دروازہ سے داخل ہونا ناجائز ہوگا۔ سو ہم قرآن کریم میں دیکھتے ہیں کہ اس بارہ میں تین منفی ہدایات ہیں۔ یعنی ایسی ہدایات جن میں اشتعال دلانے والے لوگوں کی اشتعال انگیزی سے محفوظ رہنے کی ہدایات دی گئی ہیں۔ اوّل تو سورہ نساء میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَقَدْ نَزَّلَ عَلَيْكُمْ فِي الْكِتَابِ اَنْ اِذَا سَمِعْتُمْ اٰيَاتِ اللّٰهِ يُكْفَرُ بِهَا وَ يُسْتَهْزَءُ بِهَا فَلَا تَقْعُدُوْا مَعَهُمْ حَتّٰى يَخُوْضُوْا فِيْ حَدِيْثٍ غَيْرِهٖ اِنَّكُمْ اِذًا مِّثْلُهُمْ [۵] یعنی قرآن میں اللہ تعالیٰ کا یہ حکم نازل کیا گیا ہے کہ جب مومن کسی مجلس میں دیکھیں کہ اللہ تعالیٰ کی آیات کا معاندانہ طور پر انکار کیا جا رہا ہے اور اس سے ہنسی کی جا رہی ہے تو اُس وقت ایسے لوگوں کی مجلس میں مومن نہ بیٹھے اور وہاں سے اُٹھ کر چلا جائے اور اس مجلس سے اُس وقت تک اجتناب کرے کہ معاند لوگ اس ذکر کو چھوڑ کر کسی اور بات میں جو اس قسم کی اشتعال انگیز نہ ہو مشغول ہو جائیں۔ اگر کوئی مومن اس پر عمل نہیں کرتا تو اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ بھی ہنسی کرنے والوں میں سمجھا جائے گا۔ یہ حکم اُن لوگوں کے متعلق ہے جو کبھی کبھار غلطی کرتے ہیں، عام طور پر ہنسی اور مخول کے عادی نہیں ہوتے۔

دوسرا حکم قرآن کریم نے اُن لوگوں کے متعلق دیا ہے جو ہنسی اور مذاق کو اپنی عادت بنا لیتے ہیں اُن کے بارہ میں فرماتا ہے۔ وَلَا تَرْكَنُوْٓا اِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ [۶] یعنی جو لوگ دین کے معاملہ میں ظلم کے عادی ہیں، اُن کی مجلسوں سے کُلّی اجتناب کرو، اگر تم ایسا نہ کرو گے تو تم آگ میں پڑ جاؤ گے۔ ''آگ میں پڑ جاؤ گے'' کے یہی معنی ہیں کہ اگر بے غیرتی دکھاؤ گے تو بھی خدا تعالیٰ کے غضب کے نیچے آ جاؤ گے اور اگر جوش میں آ کر کوئی خلافِ شریعت بات کر بیٹھو گے تب بھی عذاب میں مبتلاء ہو گے۔ پس جب کہ ایسی مجالس اور ایسے لوگوں کا قُرب تمہارے لئے ہلاکت کا موجب ہیں تو ان سے اجتناب کرنا ہی تمہارے لئے اچھا ہے۔

ان دونوں ہدایتوں سے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ جب دشمن اشتعال دلائے تو مومن کو

چاہئے کہ اس کے پاس جانے سے اجتناب کرے اور اس سے دُور بھاگے تا کہ اس کا نفس جوش میں آ کر اس سے کوئی ناجائز حرکت نہ کروا دے یا اس کا دل غیرت کا جذبہ کھو کر خدا تعالیٰ کے غضب کو اپنے اوپر نہ بھڑکا لے۔

## ذکرِ الٰہی اور دعا میں لگ جاؤ

تیسری ہدایت قرآن کریم اس حالت کے متعلق دیتا ہے کہ جب انسان باوجود کوشش کے ایسے مواقع سے نہیں بچ سکتا اور وہ یہ ہے اِنَّ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا اِذَا مَسَّھُمْ طٰئِفٌ مِّنَ الشَّیْطٰنِ تَذَکَّرُوْا فَاِذَاھُمْ مُّبْصِرُوْنَ [۷] یعنی متقیوں کو جب مخالفوں کے اشتعال دلانے سے اشتعال آ جائے تو وہ فوراً ذکرِ الٰہی شروع کر دیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرنے لگ جاتے ہیں جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ فوراً ان کا غصہ حد کے اندر آ جاتا ہے اور وہ عقل کے مارے جانے والی کیفیت جو انسان سے جرائم کا ارتکاب کرا دیتی ہے دُور ہو جاتی ہے اور وہ پھر دانائی اور تدبّر کے مقام پر کھڑے ہو جاتے ہیں۔

غرض اشتعال کے مواقع کیلئے قرآن کریم نے ہمیں تفصیلی ہدایات دی ہیں اور وہ اظہارِ غیرت اور اظہارِ غضب کے خُلق کے لئے بمنزلہ دروازہ کے ہیں انہی دروازوں میں سے گزر کر انسان غضب اور غیرت کی عمارت میں داخل ہو سکتا ہے ان کو چھوڑ کر کسی اور دروازہ سے داخل ہونا مومن کیلئے جائز نہیں ہے۔

## خدا تعالیٰ کی خوشنودی اور انسانی کامیابی کی راہ

تیسری بات جو مذکورہ بالا آیات سے مستنبط ہوتی ہے یہ ہے کہ نہ صرف یہ کہ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اوپر کے بتائے ہوئے راستہ میں ہے بلکہ خود انسان کی کامیابی بھی اسی راہ پر چلنے میں ہے۔ چنانچہ فرماتا ہے لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ یعنی یہ حکم ہم نے یونہی نہیں دیئے، تمہاری ترقی اور کامیابی بھی اسی طریق سے وابستہ ہے۔ کامیابی کا اس امر کے ساتھ وابستہ ہونا ایک ظاہر امر ہے، جو راستے کسی عمارت میں داخل ہونے کے ہوں جب انسان ان راستوں سے داخل ہو تبھی وہ بغیر کسی تکلیف کے اپنے مدعا کو پا سکتا ہے۔ اگر ان راستوں کو چھوڑ کر دیواریں پھاندنی شروع کرے تو اُس کی تکلیف بڑھ جائے گی اور اُس کی حماقت کی بھی لوگ الگ شکایت کرنے لگیں گے۔ اِس زیر بحث سوال میں کامیابی کا تعلق اس طرح ظاہر ہے کہ جب انسان جوش میں آتا ہے تو اُس کی عقل ماری جاتی

ہے۔ چنانچہ سورہ اعراف کی جو آیت میں نے اوپر درج کی ہے، اس میں یہی بتایا ہے کہ اگر انسان غصہ کے ماتحت کام کرے تو اُس کا کام عقل کی مدد سے نہیں ہوتا اور یہ ظاہر ہے کہ جس قوم کے کام عقل کی مدد سے نہ ہوں گے وہ کامیاب نہیں ہوسکتی۔ پس چاہئے کہ اپنے کاموں کو عقل کے تابع رکھے تا کہ ہر قدم اُٹھاتے ہوئے اُسے معلوم ہو کہ اس کا کیا نتیجہ نکلے گا۔ اور وہ ان افعال سے بچ سکے جن کا نتیجہ بُرا نکلتا ہو۔

## کسی پر جارحانہ حملہ کرنا خلافِ شریعت ہے

چوتھی بات ان آیات سے یہ مستنبط ہوتی ہے کہ کسی شخص پر جارحانہ حملہ کرنا خلافِ شریعت ہے۔ چنانچہ آیات مذکورہ بالا میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ قَاتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ الَّذِیْنَ یُقَاتِلُوْنَکُمْ یہ تو تمہارے لئے جائز ہے کہ اگر کوئی تم پر قاتلانہ حملہ کرے تو تم اپنا بچاؤ کرو لیکن تمہارے لئے یہ جائز نہیں کہ تم خود کسی پر جا کر حملہ کر دو۔

## مقررہ حدود کے اندر دفاع جائز ہے

پانچواں استنباط ان آیات سے یہ ہوتا ہے کہ دفاع بھی وہ جائز ہے جو مقررہ حدود کے اندر ہو۔ یعنی دفاع میں بھی انسان پوری طرح آزاد نہیں اس کے لئے بھی قیود اور شرائط ہیں اور ان قیود اور شرائط سے آزاد ہو کر جو دفاع کیا جائے وہ بھی ناجائز اور حرام ہوتا ہے۔ مثلاً کوئی شخص کسی کو تھپڑ مارے تو جس شخص کو تھپڑ مارا گیا ہے اس کیلئے یہ درست نہ ہوگا کہ اس تھپڑ سے بچنے کیلئے دوسرے شخص کا سر پھوڑ دے۔

## مظلوم جو خدا کی نظر سے گر جاتا ہے

چھٹی بات ان آیات سے یہ مستنبط ہوتی ہے کہ اگر کوئی ان قیود کو توڑ دے تو باوجود مظلوم ہونے کے خدا تعالیٰ کی نظروں سے وہ گر جائے گا کیونکہ فرماتا ہے اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ الْمُعْتَدِیْنَ اگر تم دفاع میں بھی اعتداء سے کام لو اور خدا تعالیٰ کی مقرر کردہ قیود کو نظر انداز کر دو، تو تم اللہ تعالیٰ کی محبت کھو بیٹھو گے اور اس کی نصرت تم سے جاتی رہے گی۔

یہ وہ احکام ہیں جو قرآن کریم نے اصولی طور پر ہمیں اپنے مخالفوں کے مقابلہ کیلئے دیئے ہیں اور اس میں کیا شک ہے کہ جب تک ہم ان قواعد کی پابندی نہیں کرتے نہ ہمارا ایمان کامل ہوسکتا ہے اور نہ ہم کامیاب ہو سکتے ہیں اور اس میں بھی کیا شک ہے کہ اگر ہم خود قرآن کریم کے احکام کو اپنی سب ضروریات کو پورا کرنے والا قرار نہ دیں تو ہم دشمنوں کے سامنے یہ دعویٰ

پیش نہیں کر سکتے کہ ہماری کتاب مکمل کتاب ہے تم اس کو تسلیم کر لو کیونکہ اس صورت میں وہ جواب دیں گے کہ جب تم لوگ خود اس کو اپنے لئے کافی نہیں سمجھتے اور بعض مواقع پر اپنے لئے اس کے بتائے ہوئے راستہ کے سوا اور راستہ تلاش کرتے ہو تو ہم کو کس منہ سے اس کی طرف بلاتے ہو۔

## خلافت اسلام کا اہم جزو ہے

دوسری بات جس کی طرف مَیں جماعت کو توجہ دلانا چاہتا ہوں یہ ہے کہ موجودہ فتنہ خلافت کے خلاف ہے۔ ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ خلافت اسلام کا ایک اہم جزو ہے اور جو اس سے بغاوت کرتا ہے وہ اسلام سے بغاوت کرتا ہے۔ اگر ہمارا یہ خیال درست ہے تو جو لوگ اس عقیدہ کو تسلیم کرتے ہیں، ان کیلئے اَلْاِمَامُ جُنَّةٌ یُقَاتَلُ مِنْ وَّرَائِہٖ [8] کا حکم بہت بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ کیونکہ خلافت کی غرض تو یہ ہے کہ مسلمانوں میں اتحادِ عمل اور اتحادِ خیال پیدا کیا جائے اور اتحادِ عمل اور اتحادِ خیال خلافت کے ذریعہ سے تبھی پیدا کیا جا سکتا ہے، اگر خلیفہ کی ہدایات پر پورے طور پر عمل کیا جائے۔ اور جس طرح نماز میں امام کے رکوع کے ساتھ رکوع اور قیام کے ساتھ قیام اور سجدہ کے ساتھ سجدہ کیا جاتا ہے، اسی طرح خلیفہ وقت کے اشارہ کے ماتحت ساری جماعت چلے اور اس کے حکم سے آگے نکلنے کی کوشش نہ کرے۔ نماز کا امام جو صرف چند مقتدیوں کا امام ہوتا ہے جب اس کے بارہ میں رسول کریم ﷺ فرماتے ہیں کہ جو اس کے رکوع اور سجدہ میں جانے سے پہلے رکوع یا سجدہ میں جاتا ہے یا اس سے پہلے سر اُٹھاتا ہے، وہ گنہگار ہے۔[9] تو جو شخص ساری قوم کا امام ہو اور اس کے ہاتھ پر سب نے بیعت کی ہو، اس کی اطاعت کتنی ضروری سمجھی جائے گی۔ چنانچہ رسول کریم ﷺ اسی اہمیت کو واضح کرنے کیلئے فرماتے ہیں کہ:۔

اَلْاِمَامُ جُنَّةٌ یُقَاتَلُ مِنْ وَّرَائِہٖ تم اپنی انفرادی عبادتوں میں شریعتِ اسلامیہ کے مطابق جس طرح چاہو عمل کرو لیکن اپنی قوم کے مخالفوں کے مقابلہ کا جب وقت آئے، اُس وقت تمہاری سب آزادی سلب ہو جاتی ہے اور تم کو حق نہیں پہنچتا کہ امام کی موجودگی اور آزادی کے وقت میں تم اس بارہ میں کوئی آزاد فیصلہ کرو بلکہ چاہئے کہ امام تمہارے لئے بطور ڈھال کے ہو۔ جس طرح سپاہی ڈھال کے پیچھے چلتا ہے اور سمجھتا ہے کہ میں ڈھال سے اِدھر اُدھر ہؤا اور مرا۔ اسی طرح تم سب امام کے اشارہ پر چلو اور اس کی ہدایات سے ذرہ بھر بھی اِدھر اُدھر نہ

ہو۔ جب وہ حُکم دے بڑھو اور جب وہ حُکم دے ٹھہر جاؤ۔ اور جدھر بڑھنے کا وہ حُکم دے اُدھر بڑھو اور جدھر سے ہٹنے کا حُکم دے اُدھر سے ہٹ آؤ۔

اِس حُکم کی جب تک فرمانبرداری نہ کی جائے، خلافت ایک بے معنی شَے رہ جاتی ہے اور وہ اتحاد جس کے پیدا کرنے کیلئے اسلام نے یہ سب سامان پیدا کیا ہے، کسی طرح بھی پیدا نہیں ہو سکتا اور اسلام کی وہ ترقی جو اِس اتحاد سے مقصود ہے، حاصل نہیں ہوسکتی۔ ادھوری اتباع صرف طاقت کو ضائع کرنے والی ہوتی ہے۔ اس سے صرف لوگوں کی آزادی چھنتی ہے اور وہ شیریں پھل نہیں پیدا ہوتے جن پھلوں کا پیدا کرنا اللہ تعالیٰ کا منشا ہے اور جن پھلوں کو کھا کر مومن اسی دنیا میں جنت کے مزے لُوٹ سکتا ہے۔

## دعا اور صبر کی تلوار سے کام لو

اس اصل کو مدنظر رکھ کر دوست دیکھیں کہ گزشتہ ایام میں مَیں نے انہیں کیا نصیحتیں کی تھیں۔ اوّل چند ہفتے ہی ہوئے ہیں کہ میں نے اپنے لڑکے مرزا منور احمد کا ذکر کیا تھا کہ وہ احمدیہ ہوسٹل لاہور میں ایک لڑائی میں شامل ہو گیا اِس وجہ سے کہ اسے کسی نے تھپڑ مار دیا تھا۔ میں نے بتایا تھا کہ مجھے اس امر کا سخت صدمہ ہوا اور میں نے اسے اُس پر زجر کی اور کہا کہ کسی سے مار کھا کر مار لینا تو ایک شریف ہندو اور ایک شریف عیسائی سے بھی متوقع ہے، تم جو مسیح موعود علیہ السلام کی اولاد سے ہو، تم نے کیوں اس وقت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تعلیم پر عمل نہ کیا کہ:۔

گالیاں سنکر دعا دو پا کے دکھ آرام دو

اور میں نے اُسے کہا کہ اگر تم ہی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تعلیم پر عمل نہ کرو گے تو دوسرے لوگوں پر کیا اعتراض ہوسکتا ہے۔

یہ واقعہ مَیں نے اِس قدر قریب کے زمانہ میں دوستوں کو سنایا تھا کہ اسے اس قدر جلد فراموش نہیں کیا جا سکتا تھا مگر افسوس کہ آپ میں سے بعض نے اسے فراموش کر دیا اس لئے اب میں پھر جماعت کی توجہ اس طرف پھراتا ہوں کہ میری پالیسی یہی ہے کہ صبر سے کام لو اور اینٹ کا جواب اینٹ سے اور پتھر کا جواب پتھر سے نہ دو بلکہ گالیاں سنو اور خاموش رہو۔ اشتعال پیدا ہو تو اس جگہ کو چھوڑ دو کیونکہ یہ سب ہمارے خدا کے امتحان ہیں۔ وہ ہم کو اُس روحانی جنگ کیلئے جو اسلام کی فتح کیلئے روحانی ہتھیاروں سے لڑی جانے والی ہے تیار کر رہا ہے۔ اگر اُس نے ہم سے ظاہری تلواریں چلوانی ہوتیں تو وہ ہم کو ظاہری حکومت اور ظاہری فوج بھی عطا کرتا لیکن اُس

نے ایسا نہیں کیا جس سے صاف ظاہر ہے کہ وہ ہم سے دعا اور صبر کی تلوار چلوانا چاہتا ہے، نہ کہ لوہے کی تلوار۔

## اسلام اور شریعت کے خلاف کوئی حرکت نہ کرو

دوسری نصیحت میں نے اس کے بعد بالکل قریب عرصہ میں کی تھی جو یہ ہے:۔

''پھر بھی چونکہ ہر جماعت میں کچھ نہ کچھ کمزور لوگ ہوتے ہیں اور وہ غلطی کر سکتے ہیں اس لئے میں جماعت کے دوستوں کو نصیحت کرتا ہوں کہ ایسے اشتعال کے موقع پر انسان کے ایمان کی آزمائش ہوتی ہے۔ پس اپنے ایمانوں کو درست رکھو اور کبھی کوئی ایسی حرکت نہ کرو جو اسلام اور شریعت کے خلاف ہو۔ تم کو اس بات کا احساس ہو یا نہ ہو لیکن میرے دل میں خلافت کی ایک بکری کی مینگنی کے برابر بھی قیمت نہیں ہو سکتی اگر اس کی تائید کیلئے جھوٹ اور فریب سے کام لیا جائے۔ خلافت اُسی وقت تک قابلِ قدر ہے جب صداقت کی تلوار سے اس پر حملہ آوروں کا مقابلہ کیا جائے اور انصاف کے تیروں سے اِس کی حفاظت کی جائے۔ پس یاد رکھو کہ خواہ کیسی ہی حالت پیش آئے تم عدل اور انصاف کو نہ چھوڑو اور جو سچائی ہو اُسے اختیار کرو تا دشمن کو تمہارے متعلق کسی قسم کے اعتراض کا موقع نہ ملے۔ اور یاد رکھو کہ اگر کوئی شخص تمہیں جھوٹ بولنے کی ترغیب دیتا ہے تو خواہ وہ ناظر ہی کیوں نہ ہو، تم فوراً اُس کی رپورٹ میرے پاس کرو کیونکہ ہمارے پاس ایمان کے سِوا اور کوئی چیز نہیں۔ ہم کنگال اور خالی ہاتھ ہیں اگر ایمان کی دولت بھی ہمارے ہاتھ میں نہ رہی اور اگر ہم نے اسے بھی چھوڑ دیا تو پھر ہماری حالت وہی ہوگی جیسے کسی شاعر نے کہا ہے کہ:

نہ خدا ہی ملا نہ وصالِ صنم
نہ ادھر کے رہے نہ ادھر کے رہے

پس صداقت اور انصاف سے کام لو اور غیرت اور قربانی اور ایثار کا مظاہرہ کرو۔ مگر یاد رکھو تم نے ظلم نہیں کرنا اور جھوٹ نہیں بولنا اور اگر کوئی شخص تمہیں ظلم کرنے یا جھوٹ بولنے کی تعلیم دیتا ہے تمہیں کہتا ہے کہ جاؤ اور اپنے دشمن کو مار آؤ۔ یا جاؤ اور اُسے پیٹو، تو تم فوراً سمجھ جاؤ کہ تمہارے سامنے ایمان کا جُبّہ پہنے ایک شیطان کھڑا ہے

اور تم فوراً سمجھ لو کہ وہ میری نافرمانی کرنے والا ہے اور میری اطاعت سے منہ موڑنے والا انسان ہے۔ تم فوراً میرے پاس آؤ اور ایسے شخص کی شکایت کرو۔ اور اُس گندے وجود کو کاٹنے کی جلد تر کوشش کرو ایسا نہ ہو کہ وہ باقی قوم کو بھی گندہ کر دے''۔[۱۰]

اِس عبارت کو پڑھ کر کون کہہ سکتا ہے کہ مَیں نے اُسے اپنی پالیسی اچھی طرح کھول کر نہیں بتا دی۔ پھر اگر آپ لوگ میری اِس واضح پالیسی پر عمل نہ کریں تو میں کیونکر یقین کروں کہ آپ لوگ پوری طرح میرے ساتھ تعاون کرنے کو تیار ہیں۔ امام کا فائدہ یہی ہے کہ اس کے حُکم کے مطابق ساری جماعت ایک آواز اُٹھائے پس جب تک امام ایک جماعت میں موجود ہے اور ایک خاص پالیسی کو اس کے عمل کیلئے پیش کر رہا ہے، اُس وقت اس جماعت کیلئے کوئی دوسرا قدم اُٹھانا درست اور جائز نہیں۔ ہاں جس امر میں وہ خاموش ہو اور وہ امر جماعت سے نہیں بلکہ افراد سے تعلق رکھتا ہو، افراد اپنے لئے شریعت کے مطابق طریق عمل تجویز کرنے میں آزاد ہوتے ہیں مگر جس امر کے متعلق امام ایک حُکم دے اُس میں اُس کے حُکم کے خلاف وہ امور بھی جائز نہیں ہوتے جن کو دوسرے حالات میں شریعت نے جائز قرار دیا ہو۔

## اطاعت امام کی اہمیت

قرآن کریم نے اطاعتِ امام کو ایسا اہم قرار دیا ہے کہ اس کے بعد کسی اور نصیحت کی ضرورت ہی نہیں رہتی۔ فرماتا ہے:۔

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ وَلَا تَوَلَّوْا عَنْہُ وَاَنْتُمْ تَسْمَعُوْنَ وَلَا تَکُوْنُوْا کَالَّذِیْنَ قَالُوْا سَمِعْنَا وَھُمْ لَا یَسْمَعُوْنَ ○ اِنَّ شَرَّ الدَّوَآبِّ عِنْدَ اللّٰہِ الصُّمُّ الْبُکْمُ الَّذِیْنَ لَا یَعْقِلُوْنَ ○ وَلَوْ عَلِمَ اللّٰہُ فِیْھِمْ خَیْرًا لَّاَسْمَعَھُمْ وَلَوْ اَسْمَعَھُمْ لَتَوَلَّوْا وَّھُمْ مُّعْرِضُوْنَ ○ یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِیْبُوْا لِلّٰہِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاکُمْ لِمَا یُحْیِیْکُمْ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰہَ یَحُوْلُ بَیْنَ الْمَرْءِ وَقَلْبِہٖ وَاَنَّہٗٓ اِلَیْہِ تُحْشَرُوْنَ ○ وَاتَّقُوْا فِتْنَۃً لَّا تُصِیْبَنَّ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا مِنْکُمْ خَآصَّۃً وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰہَ شَدِیْدُ الْعِقَابِ ○[۱۱]

یعنی اے مومنو! اللہ اور اُس کے رسول کی اطاعت کرو اور رسول کا حُکم سن لینے کے بعد اس کے حکم سے اِدھر اُدھر نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک زمین پر چلنے والی مخلوق میں سے سب سے بدتر وہ مخلوق ہے جو گونگی، بہری ہو اور عقل سے کام نہ لے اور اگر اللہ تعالیٰ اس مخلوق میں کوئی نیکی دیکھتا تو ضرور انہیں اپنی اور اپنے رسول کی بات سنوا دیتا اور اگر انہیں وہ اس وقت وہ بات

سنوا دیتا تو اپنی موجودہ حالت کے مطابق تو وہ یہی کرتے کہ اس سے نفرت سے منہ پھیر لیتے اور ماننے سے انکار کر دیتے۔ اے مومنو! جس وقت خدا اور اُس کا رسول تم کو روحانی زندگی بخشنے کیلئے بُلائیں تو تم ان کی بات کو فوراً قبول کر لیا کرو اور یاد رکھو کہ اللہ انسان اور اُس کے دل کے درمیان حائل ہے۔ اور یہ بھی یاد رکھو کہ آخر تم سب کو اس کی طرف اکٹھا کر کے لے جایا جانا ہے اور چاہئے کہ تم اِس فتنہ سے بچو جو صرف تم میں سے غلطی کرنے والوں تک محدود نہ رہے گا اور یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ کی سزا بہت سخت ہوتی ہے۔

ان آیات میں گو اللہ اور اس کے رسول کا ذکر ہے لیکن جیسا کہ قرآن کریم پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے، رسول کے متعلق جو احکام نظامِ سلسلہ کے متعلق ہیں وہ رسول کے خلفاء کے متعلق بھی ہیں اور یہاں چونکہ نظام کے بارہ میں احکام ہیں یہ جس طرح رسول کے بارہ میں ہیں اسی طرح ان کے خلفاء کے متعلق بھی ہیں۔ نیز رسول کریم ﷺ بھی فرماتے ہیں کہ مَنْ اَطَاعَ اَمِیْرِیْ فَقَدْ اَطَاعَنِیْ [۱۲] جو میرے امیر کی اطاعت کرتا ہے، وہ میری اطاعت کرتا ہے۔ پس رسول کے نائبوں کی اطاعت رسول کی اطاعت میں شامل ہے۔

اِس تمہید کے بعد میں بتانا چاہتا ہوں کہ ان آیات میں اللہ تعالیٰ مومنوں کو تاکید کرتا ہے کہ خدا تعالیٰ اور اُس کے رسول کی کامل اطاعت کریں اور اس میں ذرّہ بھر فرق نہ آنے دیں اور اطاعت میں وہ اس قدر بڑھ جائیں کہ کان میں آواز پڑنے کے بعد پھر کوئی نافرمانی کی مثال نہ ملے۔ پھر فرماتا ہے کہ مسلمانوں میں یہ مثال نہیں ملنی چاہئے کہ منہ سے تو کہیں ہم فرمانبردار ہیں لیکن عمل سے فرمانبردار نہ ہوں۔ پھر فرماتا ہے کہ مومنوں کو یاد رکھنا چاہئے کہ اِس جدید نظام کے قیام کی اصل غرض ہی یہ ہے کہ پہلی قومیں گونگی اور بہری ہوگئی ہیں اور اللہ تعالیٰ کے احکام کو سنکر لَبَّیْکَ کہتے ہوئے نہیں دَوڑتیں، اس لئے اللہ تعالیٰ کی نصرت ان سے جاتی رہی ہے اور اُس نے اپنے لئے تم کو منتخب کیا ہے تا کہ تم اُس کی بات سنو اور سنتے ہی اس کی طرف دَوڑ پڑو۔ اس کے بعد فرماتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے احکام اور اس کے رسول کے احکام ہی وہ احکام ہیں جو انسان کو کامل اور دائمی زندگی عطا کرتے ہیں، جو ان سے دُور ہؤا وہ گویا مُردہ ہے جو روحانی زندگی سے محروم ہے۔ پس جبکہ ساری دنیا روحانی طور پر مُردہ ہے تم کو چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کے فضلوں کو جن کے دروازے ان دنوں خاص طور پر کُھلے ہوئے ہیں، بڑھ بڑھ کر حاصل کرو اور اس کی صورت یہی ہے کہ کامل مطیع ہو جاؤ اور ہر وقت بیدار اور ہوشیار رہو، ادھر خدا تعالیٰ کی طرف

سے یا اس کے رسول کی طرف سے آواز آئے اُدھر تم لَبَّیْکَ لَبَّیْکَ کرتے ہوئے دَوڑ پڑو۔ اور یاد رکھو کہ برکات اور فضلوں کے نزول کے بھی خاص اوقات ہوتے ہیں جو شخص ان اوقات سے فائدہ نہیں اُٹھاتا، آخر اُس کا دل بھی مُردہ ہو جاتا ہے اور وہ بھی منکروں کی طرح خدا اور اُس کے رسول کی آواز کے سننے سے محروم رہ جاتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی یہ سنت ہے کہ جو شخص بشاشت اور اخلاص سے اس کی اور اسکے رسول کی آواز کو نہیں سنتا اور اپنے نفس کو اُن کے حُکم سننے کیلئے آمادہ نہیں کرتا اور انانیت اور کِبر کے دوز ہر اس میں موجود ہوتے ہیں اور سفلی زندگی کا کوئی حصہ اس میں باقی رہ جاتا ہے تو خدا تعالیٰ اس کے دل کو سخت کر دیتا ہے۔ پھر اگر ایسے شخص کا دماغ سچائی کو قبول بھی کر لے اور اُس کی فکر اور عقل اسے صحیح بھی تسلیم کر لے تب بھی اس کا دل چونکہ مُردہ ہو جاتا ہے اور خدا تعالیٰ کی طرف سے دماغ اور دل کے درمیان میں ایک دیوار حائل کر دی جاتی ہے جس کی وجہ سے دل، دماغ کا حُکم ماننے سے انکار کر دیتا ہے اور گو عقل ایسے انسان کی تسلّی پا چکی ہوتی ہے مگر اُس کا قلب عمل کرنے سے دریغ کرتا ہے اور نفس اطاعتِ الٰہی میں لذت نہیں پاتا اور نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ایسا شخص ایمان کے مرتبہ سے محروم رہ جاتا ہے اور وہ زندگی جو مومنوں کیلئے مقدر ہے اس شخص کو حاصل نہیں ہوتی۔

## اپنے بھائیوں کے افعال کی نگرانی

اس کے بعد اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب ہم تم سے ایسی اطاعت اور فرمانبرداری کا مطالبہ کرتے ہیں کہ ہر شخص اپنے نفس کو بُھول کر گویا قوم کے وجود کا حصہ ہو جائے تو اس کے جہاں فوائد ہونگے وہاں نقصان بھی ہونگے۔ یعنی ایسی منظّم قوم کا اگر ایک فرد کوئی غلطی کرے گا تو لوگ اسے ساری قوم کی طرف منسوب کریں گے کیونکہ ان کے نظام کو دیکھتے ہوئے لوگ اِس امر کے سمجھنے سے قاصر ہوں گے کہ کسی شخص نے بغیر باقی قوم کے مشورہ کے کوئی کام کیا ہو، پس فرماتا ہے کہ یہ ایک سخت خطرہ ہے جو نظام کے ساتھ لاحق ہوتا ہے۔ اس میں ہزاروں خوبیاں بھی ہیں اور بعض خطرات بھی ہیں جن میں سے ایک یہ بھی ہے کہ جب ایک منظّم قوم کا کوئی فرد کوئی غلطی کرتا ہے تو لوگ اسے ساری قوم کی طرف منسوب کر دیتے ہیں اور اس کو انفرادی فعل قرار دینے سے انکار کر دیتے ہیں اس لئے مومنوں کو چاہئے کہ اپنے بھائیوں کے افعال کی نگرانی کریں اور افراد کو بھی چاہئے کہ جب کوئی کام کرنے لگیں، اِس خطرہ کو سامنے رکھیں کہ ہمارا کام ساری قوم کی طرف منسوب ہوگا اور ہم اپنی غلطی سے جماعت کو بدنام کر دیں گے اور اس طرح

اللہ تعالیٰ کی جماعت کو بدنام کر کے خدا کے غضب کو بھڑ کانے والے ہونگے۔

دیکھو کس لطیف پیرایہ میں فرمانبرداری کی ضرورت اور پھر اس کے بعض خطرات کو بیان کیا ہے جن کو مدنظر رکھے بغیر نظام کبھی کامیاب نہیں ہوسکتا۔

ہماری جماعت کے وہ دوست جو فکر کرنے کے عادی ہیں وہ دیکھ سکتے ہیں کہ ہمارا گزشتہ تجربہ ان آیات کے مضمون کی صداقت کا کیسا شاہد ہے۔ جب بھی ہماری جماعت نے کامل اطاعت کا نمونہ دکھایا ہے، تھوڑے سے سامان سے عظیم الشان نتائج پیدا ہوئے ہیں اور جب بھی ہم میں کسی سے کوئی غلطی سرزد ہوئی ہے، ساری جماعت کی بدنامی ہوئی ہے حالانکہ دوسری اقوام کا معاملہ بالکل مختلف ہے۔ ان کا کوئی فرد غلطی کرتا ہے تو وہ قوم کی طرف منسوب نہیں ہوتی جس کی یہی وجہ ہے کہ وہ جماعتیں منظّم نہیں ہیں اس لئے جہاں وہ تنظیم کے فوائد سے محروم ہیں وہاں اس کے خطرات سے بھی وہ محفوظ ہیں۔

## ہماری مثال بتّیس دانتوں کے درمیان زبان کی سی ہے

مجھے افسوس ہے کہ اِس قسم کے واقعات خواہ کتنے ہی قلیل ہوں ان سے ہمارے کام کو بہت نقصان پہنچا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ ہماری جماعت مصائب اور مخالفت کے اوقات میں جس صبر کا نمونہ دکھاتی ہے اس کی مثال دوسری اقوام میں نہیں پائی جاتی لیکن ہماری مثال بتّیس دانتوں کے اندر رہنے والی زبان کی سی ہے جو بات دوسرے لوگوں میں عیب نہیں سمجھی جاتی ہم میں عیب سمجھی جاتی ہے اور لوگ ہم سے ایسے اخلاق کا مطالبہ کرتے ہیں جن کا دوسرے سے مطالبہ نہیں کرتے۔ اور میں سمجھتا ہوں ہمارے دعووں کو مدنظر رکھتے ہوئے ان کا یہ مطالبہ درست بھی ہے۔ پس جب کبھی ہمارے کسی آدمی سے غلطی کی وجہ سے کوئی ابتلاء آئے وہ جماعت کو ہِلا دینے والا ہوتا ہے۔

## موجودہ فتنہ کے فوائد میں التوا

میں مثنوی رومی کے اس قول کا بڑے وثوق سے قائل ہوں کہ:

ہر بلا کیں قوم را حق دادہ اند
زیرآں گنج کرم بنہادہ اند

اور کئی دفعہ اس سے متعلق اپنے خطبات میں بیان بھی کر چکا ہوں۔ موجودہ فتنہ بھی درحقیقت ایک رحمتِ الٰہی تھا اگر یہ واقعہ نہ ہو جاتا۔ اس واقعہ نے اُن فوائد کو جو اِس فتنہ سے پہنچنے والے

تھے، کم سے کم کچھ عرصہ کیلئے پیچھے ڈال دیا۔ میرا تجربہ ہے کہ جو ایسے فِتنے اُٹھتے ہیں وہ مومنوں کے ایمان کو بڑھانے والے ہوتے ہیں، بے شک وہ کمزوروں کے لئے ٹھوکر کا موجب ہوتے ہیں مگر کمزوروں کا ساتھ رہنا تو کوئی فائدہ کی بات نہیں ہوتی، کمزور کا نکل جانا اُس کے اندر رہنے سے اچھا ہوتا ہے۔ پس جو نقصان ایسے فِتنوں کا ہوتا ہے وہ ظاہری نقصان نظر آتا ہے، اصل میں وہ نفع ہوتا ہے اور جو فائدے ہوتے ہیں یعنی جماعت میں بیداری کا پیدا ہونا اور دعاؤں کی کثرت اور اِنابت الی اللہ اور دین کیلئے ایثار کا جوش یہ باتیں مستقل ہوتی ہیں اور ان کی مدد سے جماعت کہیں سے کہیں نکل جاتی ہے اور دشمن جو نقصان پہنچانا چاہتا تھا، اِس ترقی کو دیکھ کر حیران ہو جاتا ہے جیسا کہ احرار کے فتنہ کے وقت میں ہؤا۔ مگر ایسے ابتلاء جن سے ترقی ہوتی ہے وہی ہوتے ہیں جو یا اللہ تعالیٰ کی طرف سے بیداری کیلئے آتے ہیں یا معاندوں کی طرف سے تباہ کرنے کیلئے اُٹھائے جاتے ہیں۔ اوّل الذکر فِتنوں میں مومن اگر صبر سے کام لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی محبت اس سے اور بھی بڑھ جاتی ہے اور ثانی الذکر فتنوں میں اگر مومن اپنے ایمان کی حفاظت کرتا ہے تو خدا تعالیٰ کی غیرت بھڑک کر اس کیلئے آسمانی تائیدات کے سامان پیدا کر دیتی ہے۔ لیکن یہ فِتنے جو خود اپنے ہی کسی آدمی کی غلطی سے پیدا ہو جائیں ترقیات کے راستہ میں روک بن جاتے ہیں اور ان کا علاج یہی ہوتا ہے کہ جس سے غلطی ہو وہ بھی استغفار کرے اور دوسرے مومن بھی استغفار کریں کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَمَا کَانَ اللّٰہُ لِیُعَذِّبَھُمْ وَاَنْتَ فِیْھِمْ وَمَا کَانَ اللّٰہُ مُعَذِّبَھُمْ وَھُمْ یَسْتَغْفِرُوْنَ [۱۳]

یعنی عذاب دو ہی طرح رُکتا ہے یا تو اس طرح کہ ظاہری باطنی قُرب محمد رسول اللہ ﷺ سے حاصل ہو اور یا پھر اس طرح کہ انسان اس بُعد پر جو اُسے اپنی غلطی کی وجہ سے محمد رسول اللہ ﷺ سے پیدا ہو گیا ہو اور وہ جو ترکِ سنتِ نبوی کر چکا ہو اس پر استغفار کرے اور اپنے گناہ کی اللہ تعالیٰ سے معافی مانگے۔ غرض عذاب سے نجات آنحضرت ﷺ کے قُرب میں ہے یا پھر اگر کسی وقت انسان اس قُرب سے محُروم رہ جائے تو بُعد کے احساس اور اس کے دُور ہونے کیلئے گریہ وزاری کرنے میں ہی ہے۔

## تازہ تجربہ سے فائدہ اُٹھاؤ

اس میں کوئی شک نہیں کہ جو گند گزشتہ دنوں میں اُچھالا گیا ہے وہ کم سے کم ان دنوں میں تو اپنی نظیر نہیں رکھتا اور اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ اس فتنہ کی پُشت پر احرار اور اہلِ پیغام اور کئی

ہندوؤں، سکھوں اور بعض حُکّام کی امداد بھی ہے۔ لیکن احرار کا فتنہ جو گزشتہ ایام میں ہوا وہ بھی بعض دوسری اہمیتوں کی وجہ سے معمولی فتنہ نہ تھا اور آپ لوگوں نے دیکھا کہ اَلْاِمَامُ جُنَّةٌ یُقَاتَلُ مِنْ وَّرَائِهٖ پر عمل کر کے آپ نے اس میں کیسی عظیم الشان کامیابی حاصل کی۔ یہ نمونہ احکامِ الٰہی کی اطاعت کے نتیجہ کا آپ لوگوں نے تازہ تازہ ہی دیکھا ہے کہ کس طرح بغیر کسی لڑائی جھگڑے کے، بغیر کسی قسم کی قانون شکنی کے، باوجود اس کے کہ بعض حُکّام نے ہر طرح قانون شکنی پر جماعت کو مجبور کیا، اللہ تعالیٰ نے ایک عظیم الشان فتح ہمیں دی۔ اس تجربہ کے بعد اگر آپ کوئی نئی راہ اپنے لئے اختیار کرنا چاہیں تو آپ کیسے شکر گزار ہونگے؟ جس نے نہیں دیکھا، وہ اقرار نہ کرے تو اُس پر افسوس نہیں لیکن جو دیکھ کر انکار کرے اُس کی حالت کیسی خطرناک ہے اور پھر یہ فتح تو ایسی ہے کہ شدید ترین دشمن بھی اِس کا اقرار کرتے ہیں۔

میں چاہتا تھا کہ اس فتنہ کو بھی آپ لوگوں کیلئے ایک نعمت بناؤں میرا خیال تھا کہ اللہ تعالیٰ نے خود اپنی حکمتِ کاملہ سے اس فتنہ کو اِس وقت اُٹھایا ہے تا کہ تحریکِ جدید کے دوسرے دَور کو وہ پہلے سے بھی شاندار بنا دے۔ میرا خیال تھا کہ اللہ تعالیٰ نے یہ تازیانہ آپ میں سے سُست رفتاروں کو تیز قدم کرنے کیلئے مارا ہے۔ میں دیکھ رہا تھا کہ اِس کے پیچھے ایک بہت بڑا خزانہ مخفی ہے جو اسلام اور احمدیت کی کامیابی میں بہت ہی مُمِدّ ہوگا۔ میں اسے ایسا باموقع فتنہ سمجھتا تھا کہ اگر دشمن کی طرف سے اِس قدر بدزبانی نہ کی جاتی تو مجھے ڈر ہوتا کہ شاید بدظنی کا شکار دشمن یہ نہ خیال کرنے لگے کہ کہیں جماعت میں تحریک جدید کے دوسرے دَور کے کامیاب کرنے کیلئے یہ جنگِ زرگری تو نہیں شروع کر دی گئی۔ غرض مَیں اسے اللہ تعالیٰ کے پاک مکروں میں سے ایک مکر اور اس کی مطہّر تدبیروں میں سے ایک تدبیر خیال کرتا تھا اور یقیناً اگر جماعت میری ہدایت کے مطابق عمل کرتی اور میری سکیم کے بیان ہونے تک کوئی شخص کوئی حرکت نہ کرتا تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے جماعت نیکی اور تقویٰ کے مقام پر پہلے سے بہت زیادہ مضبوطی سے قائم ہو جاتی اور خدا تعالیٰ کے تازہ فضلوں کو اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کرتی۔

غرض جیسا کہ الٰہی سلسلوں کے تمام وہ ابتلاء جو دشمن کی طرف سے پیدا ہوں، برکات اور ترقیات کا موجب ہوتے ہیں یہ فتنہ بھی بہت سی ترقیات اور برکات کا موجب ہوتا۔ (اور اب بھی میں سمجھتا ہوں کہ ہوگا اگر ہم سچے طور پر اپنے دل میں اپنے ایک بھائی کی غلطی پر نادم ہوں اور اپنے نفسوں کی باگ خدا تعالیٰ کے ہاتھ میں دے دیں گو لازماً کچھ دیر پڑ جائے گی)

## تحریک جدید کے دوسرے دَور کے سامان

یہ امر ہر عقل مند سمجھ سکتا ہے کہ لڑائی سے پہلے سوتوں کو جگایا جاتا ہے، غافلوں کو ہوشیار کیا جاتا ہے، پھر صف بندی کی جاتی ہے یہ قانون جس طرح جسمانی لڑائیوں میں جاری ہے روحانی لڑائیوں میں بھی جاری ہے اور اسی قانون کے مطابق اِس روحانی جنگ کیلئے مَیں سوتوں کو جگا رہا تھا، غافلوں کو بیدار کر رہا تھا تا اس فتنہ کے پیچھے خدا تعالیٰ کی جو نعمتیں پوشیدہ ہیں، اُن تک جماعت کو لے جاؤں اور تا تحریکِ جدید کا دوسرا دَور پہلے سے بھی زیادہ شاندار ہو۔ تا دنیا پر مَیں اللہ تعالیٰ کی مدد اور نصرت سے ایک اور حُجّت قائم کروں کہ قرآن کریم کے بتائے ہوئے طریقے ہی سب طریقوں سے زیادہ کامل اور اعلیٰ ہیں۔ مگر اے احمدیت کے سپاہیو! مجھے افسوس ہے کہ آپ میں سے بعض نے اپنے جرنیل کے حُکم کا انتظار نہ کیا بلکہ اُس کی پالیسی کے بالکل خلاف اور اپنے ربّ کی تعلیم کے بالکل خلاف ایک ایسا قدم اُٹھا لیا کہ اب کچھ عرصہ تک بجائے آگے بڑھنے کے مجھے اِس کے نقصان کے ازالہ میں اپنا وقت صرف کرنا پڑے گا۔

## اطاعتِ امام کا بے مثال نمونہ دکھاؤ

ہمارا دعویٰ ہے کہ ہمیں دوسروں پر یہ فضیلت حاصل ہے کہ ہم ایک امام کے ہاتھ پر جمع ہیں مگر میرے لئے یہ کتنا تلخ گھونٹ تھا جبکہ ایک سرکاری افسر نے مجھ سے سوال کیا کہ امن کے قیام کیلئے آپ ہماری کس حد تک مدد کر سکتے ہیں۔ تو بجائے اس کے کہ میں یہ کہوں کہ میں سَو فیصدی احمدیوں کا ذمہ وار ہوں کہ ان کی طرف سے کوئی فساد نہیں ہوگا، ان کی طرف سے کوئی فساد نہیں ہوسکتا کیونکہ وہ سب میرے حُکم کے تابع ہیں، وہ سب اپنے رب کی آواز پر کان دھرے بیٹھے ہیں، مجھے یہ کہنا پڑا کہ قیامِ امن کی کوششوں میں آپ کے ارادے اور میرے ارادے ایک ہی ہیں۔ مَیں احمدیوں کو قیامِ امن کیلئے تاکید کرتا رہتا ہوں اور اب بھی تاکید کر چکا ہوں اور پھر بھی تاکید کروں گا مگر مجھے افسوس ہے کہ میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ مجھے اس میں سَو فیصدی کامیابی ہوگی۔ میں اپنے جواب پر سوائے اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ پڑھنے کے اور کیا کر سکتا ہوں۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ دنیا میں کوئی ایسا لیڈر نہیں جس کی سَو فیصدی لوگ اطاعت کرتے ہوں۔ مسٹر گاندھی کا کانگرسیوں پر خاص اثر ہے مگر سَو فیصدی ان کی بھی نہیں مانی جاتی، ہٹلر اپنے

ملک میں جرمنی کی حیات کا نمائندہ سمجھا جاتا ہے لیکن سَو فیصدی لوگ اس کی بھی نہیں مانتے۔ وہ مسولینی جس نے ایک مُردہ قوم میں جان ڈالدی ہے سَو فیصدی کی اطاعت کا وہ بھی دعویدار نہیں ہوسکتا، مصطفیٰ کمال جس نے ترکوں کی گلی سڑی ہڈیوں میں روح پھونک دی ہے، وہ بھی سَو فیصدی اطاعت کا اعلان نہیں کرسکتا مگر کیا ان میں سے کوئی خلیفہ ہے، وہ سب دُنیوی لیڈر ہیں۔ خدا تعالیٰ کی آواز ان کے ساتھ نہیں، ان کی بیعت لوگ نہیں کرتے اور نہ ان کی بیعت لیتے وقت بیعت لینے والے کے ہاتھ کو خدا تعالیٰ کا ہاتھ کہا جاسکتا ہے۔ پس اگر ان کی تعلیم کی کوئی نافرمانی کردے تو ان کیلئے افسوس کا موقع نہیں لیکن مجھے تو خلیفہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ہونے کا دعویٰ ہے اور میرے ہاتھ پر بیعت کرنے والی جماعت کو خدا تعالیٰ کی جماعت ہونے کا دعویٰ ہے۔

ہمیں تو ایسا نمونہ دکھانا چاہئے جس کی مثال دنیا کے لوگوں میں بالکل ہی نہ ملتی ہو۔ پس اے دوستو! بیدار ہو اور اپنے مقام کو سمجھو اور اُس اطاعت کا نمونہ دکھاؤ جس کی مثال دنیا کے پردہ پر کسی اور جگہ پر نہ ملتی ہو اور کم سے کم آئندہ کیلئے کوشش کرو کہ سَو میں سے سَو ہی کامل فرمانبرداری کا نمونہ دکھائیں اور اُس ڈھال سے باہر کسی کا جسم نہ ہو جسے خدا تعالیٰ نے تمہاری حفاظت کیلئے مقرر کیا ہے اور اَلْاِمَامُ جُنَّةٌ یُقَاتَلُ مِنْ وَّرَائِہٖ پر ایسا عمل کرو کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی روح تم سے خوش ہوجائے۔

دیکھو! ہم مظلوم تھے اور اب بھی مظلوم ہیں، لیکن بہتوں کی نظروں میں اب معاملہ مشتبہ ہو گیا ہے۔ ہم میں سے ایک کی غلطی نے (اللہ تعالیٰ اُسے توبہ کی توفیق دے کر اپنی بخشش کی چادر میں چُھپالے) ظالم کو مظلوم اور مظلوم کو ظالم بنا دیا ہے انسانی فطرت ظلم کے خلاف ہے۔ ایک عادی ظالم بھی جب کسی دوسرے کے ظلم کو سنتا ہے تو وہ اسے ناپسند کرتا ہے حالانکہ وہ خود بھی ظالم ہوتا ہے۔ پس اس واقعہ نے میری اُس اپیل کو جو انسانی شرافت اور فطرتِ صحیحہ سے کرنے والا تھا، ایک حد تک بے اثر کر دیا ہے۔ آج مَیں اکیلا سب دشمنانِ اسلام کے مقابل پر کھڑا ہوں۔ اگر وہ قلیل گروہ جو میرے ساتھ ہے، وہ بھی میرے ساتھ پوری طرح تعاون نہ کرے تو بتاؤ کہ مجھے کس قدر کوفت اور تکلیف اُٹھانی پڑے گی؟

## مَیں کیا کرتا

مصری کیا ہیں صرف چند آدمی، مگر فتنہ اُن کا تو نہیں فتنہ تو ان کا ہے جو ان کے پیچھے ہیں اور انہی لوگوں کی طاقت کو توڑنا جو ان کے پیچھے ہیں ہمارا

اصل مقصد ہونا چاہئے تھا۔ وہ طاقت معمولی نہیں، وہ بہت بڑی طاقت ہے، وہ سرمایہ دار بھی ہے، وہ کثیر التعداد بھی ہے، وہ عقل بھی رکھتی ہے، وہ کسی ایک قوم میں محصور نہیں بلکہ اُس کی فوجیں مختلف قوموں اور گروہوں سے لی گئی ہیں۔ اس نے جب ایک محاذ سے شکست کھائی تو دوسرے محاذ سے حملہ آور ہوئی ہے، میں اس کے حملہ کو بڑھتا ہوا دیکھتا ہوں، میں اس کے لشکر کو اندھیرے میں حرکت کرتے ہوئے پاتا ہوں جو لشکروں کی روشنی میں شکست کھا چکا تھا اب رات کی تاریکی میں شب خون کی تیاری میں ہے۔ میرے پاس اس لشکر کے مقابلہ کا ایک ہی ہتھیار تھا اور وہ یہ کہ میں تمہارے دلوں میں تقویٰ پیدا کر دیتا، میں ایمان کی روح تم میں پُھونک دیتا، میں قرآنی دلائل کی تلوار تمہارے ہاتھ میں دیتا، میں قربانی اور ایثار کی زِرہ تم کو پہنا دیتا اور پھر دشمن کے سامنے تم کو کھڑا کر کے خدا تعالیٰ کے حضور میں گر جاتا یہ کہتے ہوئے کہ اے خدا! تیرا نور اِن چند وجودوں میں چمک رہا ہے اگر آج دہریت، الحاد اور شرک کا لشکر اِن پر غالب آ گیا تو اے میرے پیارے! تیرا نام دنیا میں کون لے گا۔ میں اِسی طرح گریہ وزاری اور دعاؤں سے خدا تعالیٰ کی غیرت بھڑکاتا یہاں تک کہ وہ اپنے روحانی لشکر کی کمان میرے ہاتھ سے لے کر خود اپنے ہاتھ میں لے لیتا پھر کون تھا جو خدا تعالیٰ کا مقابلہ کرسکتا مگر آہ! میرے لئے نئی مجبوریاں پیدا ہو گئیں اور نئے کام نکل آئے جو اگر نہ نکلتے تو اچھا ہوتا۔

## توبہ کرو اور سنبھلو

اے دوستو! اب بھی وقت ہے، توبہ کرو اور سنبھلو۔ توبہ کرو اور سنبھلو پھر توبہ کرو اور سنبھلو۔ اور جو کام خدا تعالیٰ نے اپنے ہاتھ میں رکھا ہے وہ خدا تعالیٰ ہی کو کرنے دو کہ وہ اُسی کو سزاوار ہے۔ اور جو کام اس نے تمہارے سپرد کیا ہے اسے پورا کرنے کی فکر میں لگے رہو کہ وہ بھی بہت بڑا کام ہے اسی میں نیکی اور اسی میں تمہاری فلاح ہے۔ اگر تم ایسا کرو، اگر تم دعاؤں اور توبہ سے میری مدد کرو، تو شاید خدا تعالیٰ کی رحمت جلد ہی ہم کو ڈھانپ لے اور وہ اُس دیر کو چھوٹا کر دے جو ہم نے خود پیدا کر لی ہے۔ اور شاید ہماری آنکھیں اپنے پیارے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی روحانی فتح کو جلد ہی دیکھ لیں جس کے دیکھنے کیلئے وہ ترس رہی ہیں اور دل بے تاب ہے اور بہت ہی بے تاب ہے وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

(الفضل ۲۰۔ اگست ۱۹۳۷ء)

---

۱۲؎ مسند احمد بن حنبل جلد ۵ صفحہ ۱۵۲۔ المکتب الاسلامی بیروت (مفہوماً)

۳؎ بخاری کتاب الرقاق باب التواضع

۴؎ البقرۃ: ۱۹۰، ۱۹۱ ۵؎ النساء: ۱۴۱ ۶؎ ھود: ۱۱۴

۷؎ الاعراف: ۲۰۲

۸؎ بخاری کتاب الجھاد باب یقاتل من وراء الامام

۹؎ بخاری کتاب الاذان باب اثم من رفع رأسه قبل الامام

۱۰؎ الفضل ۲۴ جولائی ۱۹۳۷ء

۱۱؎ الانفال: ۲۱ تا ۲۶

۱۲؎ بخاری کتاب الاحکام باب قول اللّٰہ اطیعوا اللّٰہ............

۱۳؎ الانفال: ۳۴

۱۴؎ مسولینی (MUSSOLINI BENITO) (۱۸۸۳ء-۱۹۴۵ء) اطالوی آمر ایک لوہار کا بیٹا تھا۔ اس نے ابتدائی برسوں میں ایک اُستاد اور صحافی کی حیثیت سے کام کیا۔ سوشلسٹ تحریک میں نمایاں کردار ادا کیا۔ ۱۹۰۵ء میں فوج میں بھرتی ہوا۔ ۱۹۱۴ء میں سوشلسٹ تحریک سے نکال دیا گیا اس نے سوشلسٹوں کے خلاف دہشت کا بازار گرم کر دیا۔ اکتوبر ۱۹۲۲ء میں شاہ اٹلی اور فوج نے اسے وزیراعظم کے عہدے پر نامزد کیا۔ ۱۹۲۵ء میں اس نے آمرانہ اختیارات سنبھال لئے۔ ۱۹۳۵ء۔ ۱۹۳۶ء میں ایتھوپیا پر قبضہ کیا۔ ۱۹۳۹ء میں البانیہ پر قبضہ کیا۔ جولائی ۱۹۴۳ء میں اسے گرفتار کیا گیا۔ ۱۵ ستمبر ۱۹۴۳ء میں جرمن اسے رہا کرا کے جرمنی لے گئے۔ مگر اس نے جمہوریہ فسطائیہ کے نام سے شمالی اٹلی میں متوازی حکومت بنالی۔ اپریل ۱۹۴۵ء میں اپنی داشتہ کے ہمراہ گرفتار ہوا دونوں کو گولی ماری گئی۔ اس کی لاش میلان لے جائی گئی جسے وہاں سڑکوں پر گھسیٹا گیا۔

(اُردو جامع انسائیکلوپیڈیا جلد ۲ صفحہ ۱۵۶۵ لاہور ۱۹۸۸ء)